طرز زندگی میں غور و فکر کا کردار

نہج البلاغہ کی روشنی میں

مؤلف: فاطمہ جوانبخت، منصور پہلوان، حسن طارمی راد

مترجم: مولانا سید محمد جون عابدی

طرز زندگی کا مطلب کسی فرد یا معاشرے کی زندگی کا طریقہ ہوتا ہے اور یہی عمل اس کے خاص اعتقادی اور معرفتی اصول کی نوعیت کو طے کرتا ہے۔ طرز زندگی، معاشرہ کے افراد کو ایک دوسرے سے ممتاز بناتا ہے۔ غور وفکر ایسے اہم اصولوں میں سے ہے جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں خصوصا اس کے طرز زندگی یعنی رہنے سہنے کے طریقوں کو معین کرنے میں بہت اثر رکھتا ہے۔

اس تحریر میں نہج البلاغہ کی رو سے اسلامی طرز زندگی میں غور وفکر کے کردار کے سلسلہ میں گفتگو کریں گے تاکہ اس کے ذریعہ زندگی کے تمام امور کے لئے صحیح اور مناسب راہ کا انتخاب کیا جاسکے اور طرز زندگی کو تبدیل کیا جاسکے۔

اس تحریر میں نہج البلاغہ کے مطابق صحیح غور و فکر کے طریقوں، غور و فکر کی راہ میں آنے والی رکاوٹوں، غور و فکر اور زندگی کی مختلف سطحوں کے درمیان رابطہ اور تعلق کو بیان کیا گیا ہے۔ جیسے زندگی کے مجموعی مقاصد کا تعین، انداز گفتگو اور آداب کی رعایت وغیرہ۔

کلیدی الفاظ

نہج البلاغہ اور زندگی، طرز زندگی، طرز زندگی کے اصول، غور وفکر۔

طرز زندگی یعنی (life style) ایک ایسا لفظ ہے جو آج کے زمانہ میں زندگی اور رہن سہن کے طریقوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

یوروپی مفکرین نے (life style) کی مختلف تعریفیں پیش کی ہیں جیسے طرز زندگی یعنی: معاشرے میں اپنے بنیادی اقدار کو حاصل کرنے کی انسانی کوشش جس کے ذریعہ وہ خود کو پہچنواتا ہے۔ دوسری تعریفوں میں انسان کا عمل اور کردار، اس کے عادات وافکار کو طرز زندگی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (مہدوی کنی، ۱۳۷۸: ۵۳)

طرز زندگی، اعتقاد، آئیڈیالوجی، زندگی کے طریقے چاہے وہ مقصد کے تحت ہوں یا اس کے بغیر، فکری اصولوں اور سماجی افکار کو شامل ہوتا ہے۔ طرز زندگی انتخاب کرنے کی راہ میں، غور و فکر اور رہن سہن تبدیل کرنا ایک اہم اصول ہے۔ صحیح سوچ، زندگی کو صحیح راہ دکھاتی ہے، جو شخص فکری غلطیوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا ہے اس کا عمل بہت خطرناک ہو جاتا ہے۔ چنانچہ صحیح سوچ اور غور و فکر کے طریقوں اور فکری اور عقلی بیماریوں سے آشنائی ضروری ہے۔ تاکہ اس صحیح سوچ کو طرز زندگی کی راہ میں مؤثر عنصر کے طور پر استعمال کیا جاسکے۔ "غور وفکر کو اس نور اور روشنائی سے تعبیر کیا گیا ہے جو انسان کی ہدایت کرتا ہے اور اسے تاریکی سے باہر نکالتا ہے"۔ (غزالی، بی تا: ۱۵/۵۹)

موجودہ زمانہ کی ایک بڑی مشکل ایسی طرز زندگی ہے جس کی بنیاد، عقلی اصولوں سے دور ہے۔ یہاں ہم انہیں عقلی اصولوں کو بیان کرکے ان کا تجزیہ کریں گے جن کے ذریعہ صحیح طرز زندگی کو اپنایا جاسکتا ہے۔

ہم نے کوشش کی ہے مندرجہ ذیل سوالوں کا جواب نہج البلاغہ کی روشنی میں پیش کیا جائے:

صحیح سوچ اور غور و فکر کی اہمیت اور خصوصیات کیا ہوتی ہیں؟

کون سے امور، انسان کی صحیح سوچ میں مددگار ہوتے ہیں؟

صحیح سوچ اور طرز زندگی میں کیا رابطہ ہے؟

غور و فکر کی اہمیت

دین اسلام میں غور و فکر کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ اس سے زیادہ کسی چیز کو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ایسا انسان جو ایک معقول زندگی کا خواہاں ہے اس کے لئے قرآن میں غور و فکر کے سلسلہ میں ۱۷ آیات وارد ہوئی ہیں۔ (جعفری، ۱۳۸۷: ۸۳)

غور وفکر اور تدبیر ایک ایسا مسئلہ جس کا ذکر امام علی علیہ السلام کے کلام مبارک میں بہت زیادہ ملتا ہے۔ آپ کے اقوال زرین میں عقل کو سب سے زیادہ فائدہ مند سرمایہ (نہج البلاغہ، حکمت ۱۱۳)، سب سے بڑی بے نیازی (حکمت ۳۸ و ۵۴) وسیلہ نجات (حکمت ۴۰۷) صاف آئینہ (حکمت ۵)، بہترین علوم (حکمت ۱۱۳) بہترین عبادت (خطبہ ۲۲) کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ پاک دل، زندہ ضمیر، سننے والا کان، سنجیدہ افکار اور بہترین عقل ہی ان بہترین اور شفابخش نصیحتوں کو قبول کرسکتی ہیں اور انکے ذریعہ باطنی انحرافات اور بیماریاں دور ہوسکتی ہیں۔ (خطبہ ۱۴۴) ایک بابصیرت اور عقلمند انسان ہر چیز کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس میں غور وفکر کرکے ان سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ (خطبہ ۱۰۳، ۱۵۳۔۱۰۵)۔

نہج البلاغہ میں غور وفکر کا استعمال

۱۔ عقل، عقول وعاقل: نہج البلاغہ میں غور وفکر کے سلسلہ میں سب سے زیادہ "عقل" اور "تعقل" کا استعمال کیا گیا ہے۔

۲۔ فکر: "فکر"، تفکر، "فکرہ"، "مفکر" کے الفاظ کا استعمال بھی اس سلسلہ میں زیادہ ہوا ہے جیسے: حکمت ۴۰، ۴۱، ۱۱۳، ۱۵۰؛ خطبہ، ۱۰۳، ۱۱۰، ۱۵۰، ۱۶۰ اور نامہ ۱۳۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۔ رای: آپکی بعض حدیثوں میں لفظ "رای" بھی غور وفکر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیسے: حکمت ۴۸، ۱۶۱، ۱۷۹، ۱۷۳، اور نامہ ۶۹ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

۴۔ لب، لبیب، الباب: لب یعنی عقل اور لبیب یعنی عقلمند اور اسی طرح الباب لب کی جمع کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ خطبہ ۸۸، ۱۵۳، نامہ ۱۳۱ میں مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

۵ حکمۃ وحکیم: کبھی ایسی چیز کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جو جہالت سے روکتی ہے۔ (شرقی، ۷۵۳/۱: ۱۳۶۶)

۶۔ فقہ: یہ لفظ خطبہ ۱۱۰ میں آیا ہے۔

۷۔ بصیرۃ، بصیر، بصائر اور ابصار: بھی غور وفکر کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسے: خطبہ ۹، ۴۹، ۸۴، ۶۴ اور حکمت ۲۸۱ میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔

صحیح فکر کی شرطیں

ایک صحیح فکر کے لئے ضروری ہے کہ وہ متدل، منصفانہ اور فعال ہو، گمراہی، کٹ حجتی، تعصب اور غرور، خود پسندی اور خوف جیسی چیزوں سے دور ہو۔ صحیح فکر اور سوچ انسان میں جرات و ہمت اور خود اعتمادی پیدا کرتی ہے۔اس کی شخصیت کو مضبوط بناتی ہےاور اسے انسانی اقدار کا طرفدار اور اس میں تجزیہ کی صلاحیت پیدا کرتی ہے۔اسی طرح اس میں سعہ صدر، انجام کی فکر، عقیدہ کی پختگی اور خود کی غلطیاں قبول کرنے کی صلاحیت عطا کرتی ہے۔(قاضی مرادی، ۱۳۹۳: ۱۶۱ سے ۲۱۶) لہٰذا صحیح فکر کے شرائط اور اس کی رکاوٹوں کے بارے میں جاننا اور انکا تجزیہ کرنا ہم پر لازم ہے۔

صحیح فکر اور سوچ کی کچھ خصوصیات ہیں۔اس کی شرائط میں سے ہے کہ فکر ہمیشہ تقویٰ،گناہوں سے پرہیزاور خواہشات نفس سے دوری کے ساتھ ہونی چاہئے۔"قرآن کریم تقوی اور خوف خدا کے بغیر سوچنے اور غور و فکر کرنے کی اجازت نہیں دیتا ہے،بلکہ ایسی فکر اور سوچ کو خطرناک اور بیکار شمار کرتا ہے" (طباطبائی، ۱۳۷۸: ۴۴۱/۵)۔ عقلمندوں کی ایک خصوصیت تقویٰ ہے۔ نہج البلاغہ میں غور و فکر اور تقویٰ ایک ساتھ ذکر ہوئے ہیں جیسے : "فَاتَّقُوا اللهَ عِبَادَ اللهِ تَقِيَّةَ ذِي لُبٍّ شَغَلَ التَّفَكُّرُ قَلْبَهُ"

اللہ کے بندو! تقویٰ اختیار کرو، ایسا تقویٰ جو ایسی عقلمندی کے ساتھ ہو جو فکر و قلب کو اپنی طرف مشغول کر سکے۔

فکر اور تقوی یہاں ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم کے طور پر ذکر ہوئے ہیں۔تقوی حق اور باطل کو پرکھنے اور انہیں ایک دوسرے سے جدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

اور خواہشات نفس، صحیح سوچ کی راہ میں ایک رکاوٹ ہے۔جو شخص ہوائے نفس کی پیروی کرتا ہے وہ صحیح و سالم فکر سے محروم ہو جاتا ہے؛ عقل اور خواہشات نفس ایک دوسرے کے دشمن ہیں،انکے درمیان ہمیشہ جنگ جاری رہتی ہے اور یہاں فاتح وہی ہوتا ہے جو صحیح فکر کے ذریعہ خواہش نفس کو کچل دیتا ہے۔امام فرماتے ہیں:

"قاتل هواک بعقلك" (نہج البلاغہ، حکمت ۴۲۴) مولا امیر المؤمنینؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ شمشیر عقل کے ذریعہ خواہش نفس کے خطرات سے مقابلہ کرو۔ مولا علیؑ ایک دوسرے مقام پر عقل سلیم کو ایک ایسی عقل

جانتے ہیں جو خواہشات نفس سے آزاد ہو جائے۔"شهد على ذلك العقل إذا خرج من أسر الهوى" (نہج البلاغہ، نامہ ۳) خواہشات نفس کی پیروی اور عقل و فکر سے دوری، انسانی فکر اور طرز زندگی کے لئے خطرناک ہوتی ہے اور غلط طرز زندگی کا سبب ہوتی ہے:

"كَمْ مِنْ عَقْلٍ أَسِيرٍ تَحْتَ [عِنْدَ] هَوَى أَمِيرٍ" (نہج البلاغہ، حکمت ۲۱۱) کتنی ایسی فکریں ہیں جو ہوا و ہوس کے تابع ہوتی ہیں۔

مولا امیر المؤمنینؑ خواہشات نفس کی اتباع اور لمبی آرزوؤں سے منع کرتے ہیں کیونکہ ان کا پہلا منفی اثر عقل و فکر پر پڑتا ہے اور سوچ خراب ہو جاتی ہے۔ چونکہ انسان، اس دنیا کی چھوٹی سی عمر میں تمام بڑی آرزوؤں تک نہیں پہونچ پاتا ہے اور پھر ناامید اور مایوس ہو جاتا ہے۔ خواہش نفس یعنی نفس امارہ کی طرف رجحان جو انسان کو بغیر کسی قید و شرط کے افراطی حد تک لذت دنیا کی طرف کھینچتی ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خواہش نفس کیوں صحیح سوچ کی راہ میں رکاوٹ ہوتی ہے۔ کیوں کہ ہوا و ہوس عقل کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیتی ہے جس کے نتیجہ میں انسان کو حق کے دیدار سے محروم کر دیتی ہے اور باطل کو اس کے سامنے خوبصورت بنا کر پیش کرتی ہے اور اس کے برعکس، حق کو اس طرح پیش کرتی ہے کہ وہ ہر باطل سے زیادہ خراب نظر آنے لگتا ہے۔ (مکارم شیرازی، ۱۳۸۵: ۴۶۲/۲) خواہشات نفس کی پیروی صحیح سوچ اور سمجھ کی راہ میں سب سے خطرناک رکاوٹ ہے: (و من خطبة له (عليه السلام) "أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ اثْنَانِ اتِّبَاعُ الْهَوَى وَ طُولُ الْأَمَلِ فَأَمَّا اتِّبَاعُ الْهَوَى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَ أَمَّا طُولُ الْأَمَلِ يُنْسِي الْآخِرَةَ" (نہج البلاغہ، خطبہ ۴۲)

اے لوگوں مجھے تم لوگوں کے سلسلہ میں سب سے زیادہ دو چیزوں کا خوف ہے: ایک خواہشات نفس کی پیروی ہے اور دوسری لمبی آرزو۔ خواہشات نفس کی پیروی انسان کو حق تک پہونچنے سے روکتی ہے اور لمبی آرزو آخرت کو بُھلا دیتی ہے۔

ایک دوسرے مقام پر آرزوؤں کو عقل و فکر میں غلطی کا سبب قرار دیا گیا ہے:

"اِعلَموا أنَّ الأمَلَ يُسهي العَقلَ، و يُنسي الذِّكرَ" (نہج البلاغہ، خطبہ ۸۶)

جان لو کہ آرزو عقل کو غلطی میں ڈالتی ہے اور ذکر خدا کو بھلا دیتی ہے۔

صحیح فکر کی راہ میں ایک اور رکاوٹ تعصب ہے۔ تعصب یعنی ایسی طرفداری یا دشمنی جو عقل و منطق سے دور ہو اور یہ عمل کسی شخص، گروہ اور مسئلہ کے سلسلہ میں حد سے زیادہ ہو" بہت سی بری عادتوں کی وجہ غلط سنتوں اور رسموں کی پیروی، حق کو قبول نہ کرنا، غلطیوں پر اصرار اور ان کے سلسلہ میں تعصب ہوتی ہے۔

"اللجاجة تسل الرای" (نہج البلاغہ، حکمت ۱۷۹)

اکڑ، کٹ حجتی اور تعصب صحیح فکر کو ختم کردیتے ہیں۔

دوسروں کے عمل کی اندھی تقلید اور اس کے عقلی اور دینی پہلوؤں میں غور نہ کرنا انسان کو عقلی اور اخلاقی کمال تک پہونچنے سے روک دیتے ہیں۔ جناب امیرؑ خطبہ قاصعہ میں فرماتے ہیں:

"أَلَا فَالْحَذَرَ الْحَذَرَ مِنْ طَاعَةِ سَادَاتِكُمْ وَ كُبَرَائِكُمُ الَّذِينَ تَكَبَّرُوا عَنْ حَسَبِهِمْ وَ تَرَفَّعُوا فَوْقَ نَسَبِهِمْ وَ أَلْقَوُا الْهَجِينَةَ عَلَى رَبِّهِمْ وَ جَاحَدُوا اللهَ عَلَى مَا صَنَعَ بِهِمْ مُكَابَرَةً لِقَضَائِهِ وَ مُغَالَبَةً لِآلَائِهِ، فَإِنَّهُمْ قَوَاعِدُ أَسَاسِ [آسَاسِ] الْعَصَبِيَّةِ وَ دَعَائِمُ أَرْكَانِ الْفِتْنَةِ۔۔۔ هُمْ أَسَاسُ [آسَاسُ] الْفُسُوقِ وَ أَحْلَاسُ الْعُقُوقِ،" (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۲)

آگاہ ہو جاؤ اور اپنے سرداروں اور بزرگوں کی اطاعت کے خطرے سے آگاہ رہو جو خود کو واقعی اقدار سے بلند تصور کرتے ہیں اور اپنے نسب سے بالا مانتے ہیں یہ لوگ خود غرض اور تعصب کرنے والے ہوتے ہیں اور فتنہ اور خدا اور سول کے حق کا انکار کرنے والوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر فقیری اور تنگ دستی کو عقل و فکر کی سستی کا سبب قرار دیا ہے اور اپنے فرزند محمد حنفیہؒ کو خطاب کرکے فرماتے ہیں:

" يَا بُنَيَّ، إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكَ الْفَقْرَ، فَاسْتَعِذْ بِاللهِ مِنْهُ؛ فَإِنَّ الْفَقْرَ مَنْقَصَةٌ لِلدِّينِ، مَدْهَشَةٌ لِلْعَقْلِ، دَاعِيَةٌ لِلْمَقْتِ." (نہج البلاغہ، حکمت ۳۱۹)

اے میرے بیٹے تمہارے سلسلہ میں تنگدستی سے ڈرتا ہوں، اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ فقیری اور تنگ دستی دینداری میں نقص اور کمی، عقل کی مدہوشی اور دشمنی کا سبب ہوتی ہے۔

کیونکہ فقیری اور غربت کی وجہ سے یا انسان عقاید میں تنزلزل کا شکار ہو جاتا ہے، یا برے کام کرنے لگتا ہے یا پھر دینداری میں کمی کرتا ہے اور یہ سارے امور عقل کے صحیح کام نہ کرنے کی علامت ہیں۔

اسی طرح خودپسندی اور لالچ جیسی بری عادات بھی صحیح فکر کی راہ میں رکاوٹ ہوتی ہیں:

"وَ اعْلَمْ أَنَّ الْإِعْجَابَ ضِدُّ الصَّوَابِ وَ آفَةُ الْأَلْبَابِ" (نہج البلاغہ، نامہ ۳۱)

جان لو کہ خودپسندی، حقیقت پسندی کے منافی اور عقل و فکر کی آفت ہے۔

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"عُجْبُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ أَحَدُ حُسَّادِ عَقْلِهِ" (نہج البلاغہ، حکمت ۲۱۳)

انسان میں خود پسندی ہونا، اس کی عقل سے حسد کرنے والی چیز ہے۔

خود پسندی جہالت کی ایک علامت ہے جو انسان کو ترقی سے روک دیتی ہے۔

مولائے متقیان کے فرمان کے مطابق عقل و فکر میں خطا کی سب بڑی وجہ لالچ ہے۔آپ کے مطابق لالچ و طمع ایسی اچانک آنے والی بجلی ہے جو عقل کی نورانیت کی راہ میں رکاوٹ ایجاد کرتی ہے:

" أَكْثَرُ مَصَارِعِ الْعُقُولِ، تَحْتَ بُرُوقِ الْمَطَامِعِ" (نہج البلاغہ، حکمت ۲۱۹)

عقلیں اکثر لالچ کی چکا چوندھ کر دینے والی بجلی کی وجہ سے لغزشوں کا شکار ہو جاتی ہیں۔

تو جب امام علیؑ خود پسندی اور لالچ جیسے دو باطنی گناہوں کو صحیح فکر اور صحیح سوچ کی راہ میں رکاوٹ قرار دے رہے ہیں تو یہ سوچنے والی بات ہے؛ کیونکہ جب غور و فکر باطنی اور اندرونی عمل ہے تو بہت زیادہ ممکن ہے کہ اس کی رکاوٹیں بھی باطنی اور اندرونی ہی ہوں۔

عقلمندی کی راہ میں ایک رکاوٹ کم عقل اور سطحی سوچ رکھنے والوں سے دوستی ہے، بڑے جرائم کے ارتکاب کی وجہ، اس قسم کے افراد سے دوستی ہے جس کا نتیجہ عقل و خرد کا خراب ہونا ہوتا ہے:

"واحْذَر صَحابَةَ مَنْ يَفيلُ رايهُ ويُنْكِرُ عَمَلُه فانّ الصاحب معتبرٌ بصاحبه" (نہج البلاغہ، نامہ ۶۹)

ایسے لوگوں کی معاشرت اور دوستی سے پرہیز کرو جنکی عقلیں سست ہوتی ہیں، اور کردار برا ہوتا ہے؛ کیونکہ دوست دوست ایک جیسے ہوتے ہیں۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لاتَصْحَبُوا أَهْلَ الْبِدَعِ وَ لاتُجَالِسُوهُمْ فَتَصِيرُوا عِنْدَ النَّاسِ كَوَاحِدٍ مِنْهُمْ" (کلینی، ۱۳۶۹، ۲/۳۷۵)

بدعت کرنے والوں سے دوستی نہ کرنا ورنہ لوگوں کی نگاہ میں انہیں میں سے ہو جاؤ گے۔

تو اس بنیاد پر صحیح فکر اور اچھی سوچ کے لئے عقل و فکر کا تقوی کے ساتھ ہونا، فطرت کے مطابق ہونا، خواہشات نفس کی پیروی نہ کرنا، تعصب اور اندھی تقلید سے دور رہنا، فقیری اور غربت سے بچنا اور لالچ اور خود پسندی جیسے گناہوں سے پرہیز کرنا لازمی شرط ہے۔

غور و فکر کے طریقے

۱۔ اپنے اور دوسروں کے تجربوں سے فائدہ حاصل کرنا

صحیح اور مناسب تجربوں سے فائدہ حاصل کرنا عقل کے صحیح استعمال کا ایک نمونہ ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں اندھی تقلید اور عقل کا استعمال نہ کرنا آتا ہے۔ اسلام کی نگاہ میں خود کو ہی صحیح سمجھنا اور اپنی بات پر اڑے رہنا غیر مناسب صفت ہے۔ جبکہ اسلام میں دوسروں کے مفید تجربوں سے فائدہ اٹھانے کی تعریف اور اس کی تاکید بھی کی گئی ہے۔

کام اور دنیوی اور دینی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے تجربہ حاصل کرنا فائدہ مند بات ہے، عقلمند انسان اپنی زندگی میں ان چیزوں سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اپنے اور دوسروں کے تجربوں کو استعمال کرتا ہے۔"العَقلُ حِفظُ التَّجارِبِ، وخَيرُ ما جَرَّبتَ ما وَعَظَكَ" (نہج البلاغہ، نامہ ۶۹) عقل یعنی تجربوں کو محفوظ رکھنا اور بہترین تجربہ وہ ہے جو آپکو نصیحت دے۔

بد قسمت ہے وہ انسان جو اس قسم کی نعمتوں سے فائدہ نہ اٹھاسکے اور دوسروں کی مناسب فکر اور تجربہ کو استعمال نہ کرسکے۔" إنَّ الشَّقِيَّ مَن حُرِمَ نَفعَ ما اُوتِيَ مِنَ العَقلِ والتَّجرِبَةِ "(نہج البلاغہ، خطبہ، ۷۸)۔

دوسروں کے تجربہ سے فائدہ اٹھانے کا مطلب ان کی صحیح فکر اور سوچ میں شریک ہونا ہے؛ اور عقل مند انسان اس قسم کے موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا ہے؛ کیونکہ انسانی زندگی اتنی لمبی نہیں ہوتی ہے کہ وہ ہر بار خطا کرے اور دوسروں کی غلطیوں کو بھی دہراتا رہے اور پھر جا کر صحیح نتیجہ پر پہونچے:

" أَيْ بُنَيَّ، إِنِّي وَإِنْ لَمْ أَكُنْ عُمِّرْتُ عُمُرَ مَنْ كَانَ قَبْلِي فَقَدْ نَظَرْتُ فِي أَعْمَالِهِمْ وَ فَكَّرْتُ فِي أَخْبَارِهِمْ وَ سِرْتُ فِي آثَارِهِمْ حَتَّى عُدْتُ كَأَحَدِهِمْ، بَلْ كَأَنِّي بِمَا انْتَهَى إِلَيَّ مِنْ أُمُورِهِمْ قَدْ عُمِّرْتُ مَعَ أَوَّلِهِمْ إِلَى آخِرِهِمْ، فَعَرَفْتُ صَفْوَ ذَلِكَ مِنْ كَدَرِهِ وَ نَفْعَهُ مِنْ ضَرَرِهِ" (نہج البلاغہ، نامہ ۳۱)

مولا کے اس فرمان کے مطابق گذشتہ لوگوں کے تجربوں سے فائدہ حاصل کرنا، ان کی پوری زندگی کی کمائی سے فائدہ اٹھانا ہے۔ گویا اس انسان کی عمران لوگوں کی عمر کے برابر ہے بس اس فرق کے ساتھ کہ اس نے ان کی غلطیوں کو نہیں دہرایا؛ لہٰذا انسانی زندگی کے لئے صاحبان عقل کے تجربوں کو استعمال کرنا ایک نعمت ہے جو اسکی صحیح سوچ اور فکر کی راہ میں مددگار ہوتی ہے۔

۲۔ عبرت لینا

اسلام کے تربیتی نظام میں سے ایک اہم امر عبرت سے کام لینا ہے۔ قرآن کریم میں عبرت اور نصیحت لینے کو عقلمندوں کی خصوصیت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔(آل عمران/۱۳؛ یوسف/۱۱۱؛ نور/ ۴۴؛ نازعات/ ۲۶) عبرت ایک ایسا امر ہے جس کی ذریعہ سے عقلیں پروان چڑھتی ہیں اور یہ چیز انسانی تربیت میں بہت کردار رکھتی ہے۔

زندگی میں عقلمندی سے کام لینے کی ایک علامت اپنی اور دوسروں کی زندگی سے عبرت لینا ہے۔ قرآن و روایات میں اس امر کی طرف بہت تاکید کی گئی ہے۔

"رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً تَفَكَّرَ فَاعْتَبَرَ وَ اعْتَبَرَ فَأَبْصَرَ" (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۰۳) اللہ رحمت کرے اس شخص پر جو دنیا و آخرت کے امور میں غور و فکر کرکے عبرت لیتا ہے اور پھر بصیرت حاصل کرتا ہے۔ غور و فکر، عبرت کا مقدمہ ہے اور عبرت انسان میں بصیرت پیدا کرنے کا ذریعہ ہوتی ہے۔

ایک دوسرے مقام پر عبرت کو بصیرت کا مقدمہ قرار دیتے ہوئے اور بصیرت، فہم اور علم کے تعلق کو بیان کیا ہے: "وَمَنِ اعْتَبَرَ أَبْصَرَ، وَمَنْ أَبْصَرَ فَهِمَ، وَمَنْ فَهِمَ عَلِمَ." (نہج البلاغہ، حکمت ۲۰۸)

عقلمند انسان وہ ہے جو ظاہری چیزوں سے عبور کرکے باطن اور معقولات تک پہونچ جاتا ہے اس کی توجہ صرف ظاہر اور سطحی چیزوں پر نہیں ہوتی بلکہ وہ ان کا تجزیہ کرتا ہے اور ان کے تمام پہلوؤں پر غور کرتا ہے اور آخر میں ان سے نتیجہ اور عبرت لیتا ہے اور اس عبرت کو زندگی میں استعمال کرتا ہے۔ عقلمند انسان دوسروں کی شکست، مصیبتوں اور سختیوں سے عبرت لیتا ہے اور ان مسائل کے اسباب اور ان کی جڑوں کا تجزیہ کرکے اس کے نتیجہ سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ امام علی علیہ السلام اپنے فرزند ارجمند کو گذشتہ لوگوں کے حالات میں غور و فکر کو عبرت اور نصیحت حاصل کرنے ذریعہ بتاتے ہیں۔ (نہج البلاغہ، نامہ ۳۱)

امام عالی مقام مفید نصیحتوں، خدائی نشانیوں، انذار اور یاددہانیوں کو عبرت کا مصداق قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فَاتَّعِظُوا عِبَادَ اللّٰهِ بِالْعِبَرِ النَّوَافِعِ، وَاعْتَبِرُوا بِالآیِ السَّوَاطِعِ، وَ ازْدَجِرُوا بِالنُّذُرِ الْبَوَالِغِ، وَانْتَفِعُوا بِالذِّكْرِ وَالْمَوَاعِظِ؛"۔ (نہج البلاغہ، حکمت ۸۵)

اللہ کے بندو! مفید نصیحتوں کو قبول کرو، روشن اور واضح خدائی نشانیوں سے عبرت حاصل کرو۔۔۔" کیونکہ عبرت کا مقصد فہم، علم اور بصیرت تک پہونچنا ہوتا ہے تاکہ عقلمند انسان اپنی زندگی میں ان سے فائدہ حاصل کرسکے۔

۳۔ دوراندیشی

صحیح فکر کا ایک مصداق زندگی کے مقصد کا ادراک ہے۔ "اصل مقصد کو تو علوم اور فلسفہ بیان کرتے ہیں لیکن اس کی کیفیت اور خصوصیات، قلبی بصیرت سے حاصل ہوتی ہے" (جعفری، ۱۳۸۷: ۳۰ /۴) عقلمند انسان غور و فکر کے ذریعہ زندگی کے عظیم مقصد کا ادراک کرتا ہے اور اس تک پہونچنے کے لئے پروگرام بناتا ہے:

"نَاظِرُ قَلْبِ اللَّبِيبِ بِهِ يُبْصِرُ أَمَدَهُ وَيَعْرِفُ غَوْرَهُ وَنَجْدَهُ" (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۵۴)

غور وخوض کے ذریعہ انسان حقیقت تک پہونچ جاتا ہے، اور جہالت سے نجات حاصل کرلیتا ہے اور اس کے لئے حقائق روشن ہو جاتے ہیں:

"قَدْ أَضَاءَ الصُّبْحُ لِذِی عَیْنَیْنِ" (نہج البلاغہ، حکمت ۱۶۹)

عقلمند انسان کی نگاہ حکیمانہ ہوتی ہے اس لئے وہ اکثر مقامات پر خطاؤں سے محفوظ رہتا ہے:

" لَیْسَتِ الرَّوِیَّةُ کَالْمُعایَنَةِ مَعَ الْاَبْصارِ فَقَد تَکذِبُ العیونُ أهلَهَا وَ لَا یَغُشُّ العقلُ مَنِ اسْتَنْصَحه." (نہج البلاغہ، حکمت ۲۸۱)

غور وفکر، آنکھوں سے دیکھنے کی طرح نہیں ہوتی؛ کیونکہ آنکھیں کبھی جھوٹ بھی بولتی ہیں، لیکن عقل ہدایت مانگنے والے سے خیانت اور اسے دھوکہ نہیں دیتی ہے۔

۴۔ صاحبان عقل وفہم سے مشورہ کرنا

اسلام کی نگاہ میں اپنی فکر اور سوچ کو ہی صحیح ماننے کی مذمت کی گئی ہے؛ عقلمند انسان اپنی زندگی کے اہم فیصلوں میں اہل علم اور صاحبان عقل سے مشورہ کرتا ہے اور خود کو غلطیوں سے محفوظ رکھتا ہے:

" مَنِ اسْتَقْبَلَ وُجُوهَ الاْرَاءِ عَرَفَ مَوَاقِعَ الْخَطَإِ" (نہج البلاغہ، حکمت ۱۷۳)

جو شخص دوسروں سے رائے اور مشورہ کرتا ہے وہ غلطیوں اور اشتباہات کو پہچان لیتا ہے۔

قرآن کریم میں بہترین باتوں کی پیروی کو عقلمندی کی علامت قرار دیا گیا ہے:

"فَبَشِّرْ عِبَادِ، الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُوْلَئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللهُ وَأُوْلَئِكَ هُمْ أُوْلُوا الْأَلْبَابِ" (زمر/۱۸)

میرے بندوں کو بشارت دے دیجئے کہ جو باتوں کو سنتے ہیں اور جو بات اچھی ہوتی ہے اس کا اتباع کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہیں خدا نے ہدایت دی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو صاحبانِ عقل ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر امامؑ فیصلہ کے وقت مشورہ کرنے کو بہترین حامی کے طور پر بیان کرتے ہیں:

" لا مُظاهَرَةَ أَوثَقُ مِنَ المُشاوَرَةِ "(نہج البلاغہ، حکمت ۱۱۳) مشورہ سے زیادہ بھروسہ مند کوئی مددگار نہیں ہے۔

صاحبان عقل سے مشورہ کے نتیجہ میں انسان کے اندر خوداعتمادی پیدا ہوتی ہے اور نفسیاتی اعتبار سے وہ مضبوط ہوتا ہے اور اس طرح صحیح تدبیر کرسکتا ہے۔

اسی طرح مولا علیؑ فرماتے ہیں کہ خود کی رائے پر بھروسہ کرنے کا نتیجہ ہلاکت اور زندگی کو برباد کرنا ہے اور مشورہ کرنے کا مطلب صاحبان عقل کے افکار میں شریک ہونا ہے:

" مَنِ اسْتَبَدَّ بِرَأْيِهِ هَلَكَ وَمَنْ شَاوَرَ الرِّجَالَ شَارَكَهَا فِي عُقُولِهَا. " (نہج البلاغہ، حکمت ۱۶۱) جس نے اپنی بات پر بھروسہ کیا وہ ہلاک ہوا اور جس نے لوگوں سے مشورہ کیا ان کی عقل میں شریک ہوا۔

تو مشورہ کرنا صحیح راہ میں ہدایت اور رہنمائی ہے اور خود کی رائے پر اعتماد کرنا خود کو خطرات میں ڈالنا ہے۔

"الاستِشارةُ عَينُ الهِدايَةِ، وقد خاطَرَ مَنِ استَغنى بِرَأيِهِ. " (نہج البلاغہ، حکمت ۲۱۱) جو اپنی رائے کی وجہ سے دوسروں سے بے نیاز ہو جائے اس نے خود کو خطرے میں ڈال دیا۔

اگرچہ اس بات پر توجہ ضروری ہے کہ کچھ لوگوں میں مشورہ دینے کی صلاحیت ہی نہیں ہوتی ہے بلکہ ممکن ہے کہ ان کے مشورہ پر عمل نقصان دہ ثابت ہو۔ تو ایسے افراد جو اعتقادی اور ذہنی اعتبار سے سست ہوں ان سے مشورہ نہ لیا جائے۔ جیسے کنجوس سے مشورہ کرنا کہ وہ انسان کو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے دور کرتا ہے اور فقیری سے ڈرانے کا سبب بنتا ہے؛ ڈرپوک سے مشورہ کرنا کام کرنے سے خوف اور بے جا احتیاط کا سبب بنتا ہے، لالچیوں سے مشورہ زندگی میں لالچ اور طمع پیدا کرتا ہے:

"وَلاَ تُدْخِلَنَّ فِي مَشُورَتِكَ بَخِيلاً يَعْدِلُ بِكَ عَنِ الْفَضْلِ وَيَعِدُكَ الْفَقْرَ، وَلاَ جَبَاناً يُضْعِفُكَ عَنِ الْأُمُورِ، وَلاَ حَرِيصاً يُزَيِّنُ لَكَ الشَّرَهَ بِالْجَوْرِ؛ فَإِنَّ الْبُخْلَ وَالْجُبْنَ وَالْحِرْصَ غَرَائِزُ شَتَّى، يَجْمَعُهَا سُوءُ الظَّنِّ بِاللهِ." (نہج البلاغہ، نامہ ۵۳)

یہی وجہ ہے کہ اپنی زندگی کے اہم فیصلوں میں صاحبان عقل کے مشوروں سے مدد لینے کی اسلام میں بہت تاکید کی گئی ہے۔ یہی مشورہ کرنا ہی انسان کی سمجھداری اور عقل مندی کی علامت ہے۔

طرز زندگی اور غور و فکر میں رابطہ

زندگی کے امور میں غور و فکر کے تین مراحل ہیں؛ نچلی اور بنیادی سطح، درمیانی سطح اور اوپری سطح۔ اعتقادی مسائل میں سب سے اہم اصول، اعتقادات میں غور و فکر اور تدبر ہے: جیسے توحید، قیامت وغیرہ میں غور و فکر اور ان کو عقلی دلائل سے سمجھنا اور ثابت کرنا۔؛ اسی طرح زندگی کے اصل مقصد کو سمجھنے میں عقل کا اہم کردار ہوتا ہے۔ درمیانی سطح میں احکام اور اخلاق کو سمجھنا ہوتا ہے جہاں غور و فکر اہم کردار نبھاتے ہیں۔ اور شریعت کے ساتھ ساتھ طرز زندگی کے لئے ایک طرح کی حجت رکھتے ہیں۔ بلکہ ممکن ہے کچھ مقامات پر عقل ہی اصل کردار ادا کرتی ہو۔

غور و فکر اور طرز زندگی کے درمیان سب سے اہم رابطہ زندگی کے مقاصد کے بارے میں فیصلہ لینے کے سلسلہ میں ہے۔ فکر تمام نیکیوں اور اچھائیوں کی بنیاد ہے۔ "زندگی کی مشکلات صحیح اور منظم فکر کے سائے میں حل

ہو جاتی ہیں" (شریعتمداری، ۱۳۸۰: ۱۸)۔ اس لئے غور و فکر کا سب سے صحیح استعمال، مناسب طرز زندگی انتخاب کرنے میں ہے۔ عقل سلیم انسان کی نجات کا سبب ہوتی ہے:

"كَفَاكَ مِنْ عَقْلِكَ مَا أَوْضَحَ لَكَ سُبُلَ غَيِّكَ مِنْ رُشْدِكَ" (نہج البلاغہ، حکمت ۴۲۱)

اس کلام میں امام علیؑ نے عقل کے اس پہلو کو بیان کیا ہے جو انسان کے لئے دنیا و آخرت میں مایہ نجات ہے اور خلقت کا اصلی مقصد ہی عقل ہے۔ (مکارم شیرازی، ۱۳۸۵: ۳۹۹/۱۵)

امام علیؑ نے ایک دوسرے مقام پر زندگی کے مقصد کو سمجھ لینے، کام سے پہلے اور انجام دیتے وقت اس سے آگاہی اور کام کے انجام سے آگاہی کو عقل مند اور بابصیرت انسان کی نشانی قرار دیا ہے:

"فَالنَّاظِرُ بِالْقَلْبِ الْعَامِلُ بِالْبَصَرِ يَكُونُ مُبْتَدَأُ عَمَلِهِ أَنْ يَعْلَمَ أَعَمَلُهُ عَلَيْهِ أَمْ لَهُ؟ فَإِنْ كَانَ لَهُ مَضَى فِيهِ وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ وَقَفَ عَنْهُ.؛ فَإِنَّ الْعَامِلَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَالسَّائِرِ عَلَى غَيْرِ طَرِيقٍ، فَلَا يَزِيدُهُ بُعْدُهُ عَنِ الطَّرِيقِ الْوَاضِحِ إِلَّا بُعْداً مِنْ حَاجَتِهِ، وَ الْعَامِلُ بِالْعِلْمِ كَالسَّائِرِ عَلَى الطَّرِيقِ الْوَاضِحِ؛ فَلْيَنْظُرْ نَاظِرٌ أَسَائِرٌ هُوَ أَمْ رَاجِعٌ." (نہج البلاغہ، حکمت ۴۲۱)

یقیناً دل کی آنکھوں سے دیکھنے والے اور دیکھ کر عمل کرنے والے کے عمل کی ابتدا اس علم سے ہوتی ہے کہ اس کا عمل اس کے لئے مفید ہے یا اس کے خلاف ہے۔ اگر مفید ہے تو اسی راستہ پر چلتا رہے اور اگر مضر ہے تو ٹھہر جائے کہ علم کے بغیر عمل کرنے والا غلط راستہ پر چلنے والے کے مانند ہے۔ کیوں کہ جس قدر راستہ طے کرتا جائے گا منزل سے دور تر ہوتا جائے گا اور علم کے ساتھ عمل کرنے والا واضح راستہ پر چلنے کے مانند ہے۔ لہٰذا ہر آنکھ والے کو یہ دیکھ لینا چاہیے کہ وہ آگے بڑھ رہا ہے یا پیچھے ہٹ رہا ہے۔

عقلمندی اور غور و فکر کی تاثیر یہ ہوتی ہے کہ انسان زندگی کے فیصلوں میں صحیح تشخیص سے کام لیتا ہے۔ امامؑ اپنے کلام میں عاقل اور نادان کی توصیف یوں کرتے ہیں کہ عقلمند وہ ہے جو اپنے ہر کام میں غور و فکر کرتا ہے اور اسکے تمام پہلوؤں کو پرکھتا ہے اور ہر کام کو اس کی جگہ اور وقت پر انجام دیتا ہے اور اسی بنیاد پر اپنے مطلوبہ نتیجہ کو حاصل کرتا ہے۔

"وقِيلَ لَه صِفْ لَنَا الْعَاقِلَ – فَقَالَ عليه‌السلام هُوَ الَّذِي يَضَعُ الشَّيْءَ مَوَاضِعَه فَقِيلَ فَصِفْ لَنَا الْجَاهِلَ فَقَالَ قَدْ فَعَلْتُ." (نہج البلاغہ، حکمت ۲۳۵) آپ سے گزارش کی گئی کہ عاقل کی توصیف فرمائیں۔ تو فرمایا کہ عاقل وہ ہے جو ہر شے کو اس کی جگہ پر رکھتا ہے۔ عرض کیا گیا پھر جاہل کی تعریف کیا ہے۔ فرمایا یہ تو میں بیان کر چکا۔

عقلمند انسان موقع شناس ہوتا ہے اور زندگی کے تمام مواقع کا صحیح استعمال کرتا ہے۔"الظَّفَرُ بِالْحَزْمِ والْحَزْمُ بِإِجَالَةِ الرَّأْيِ والرَّأْيُ بِتَحْصِينِ الأَسْرَارِ" (نہج البلاغہ، حکمت ۴۸) کامیابی دوراندیشی سے حاصل ہوتی ہے اور دوراندیشی فکر وتدبر سے۔ فکر وتدبر کا تعلق اسرار کی راز داری سے ہے۔

"حزم" کے معنی دوراندیشی اور کام کے نتیجہ کو پرکھنا ہے۔ (مکارم شیرازی، ۱۳۸۵ھ؛ ۱۲/۳۱۷) اور "اجالۃ الرای" یعنی عقل وفکر سے کام لینا(بحرانی، ۱۴۱۷ھ: ۵/۴۵۴)

دور اندیشی اور عقل و فکر کا استعمال کرنا زندگی میں صحیح انتخاب کے اہم اسباب میں سے ہے۔ سطحی فکر رکھنے والے افراد زندگی میں غلطیوں کی تکرار کرتے ہیں اور ان کی زندگی کا طریقہ بے بنیاد اور کمزور جڑوں والا ہوتا ہے۔

طرز زندگی کے سلسلہ میں عقلمندی سے کام لیا گیا ہے یا نہیں، انسان کے اعمال و کردار سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ ایک عاقل اور سمجھدار انسان کے تمام رفتار و گفتار منظّم اور عقل و فہم کے مطابق ہوتے ہیں؛ جن میں سے ایک بات چیت کا طریقہ ہے؛ امام علیؑ فرماتے ہیں۔ "الْمَرْءُ مَخْبُوءٌ تَحْتَ لِسَانِه." (نہج البلاغہ، حکمت ۴۶)انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا رہتا ہے۔

ہر انسان کی بات اس کی عقل اور طرز فکر کو بیان کرتی ہے؛"مَا أَضْمَرَ أَحَدٌ شَيْئاً إِلَّا ظَهَرَ فِي فَلَتَاتِ لِسَانِه، وصَفَحَاتِ وَجْهِه" (نہج البلاغہ، حکمت ۲۶) انسان جس بات کو چھپانا چاہتا ہے وہ اس کی زبان کے بے ساختہ کلمات اور چہرہ کے آثار سے نمایاں ہو جاتی ہے۔

عقلمند انسان کی بات منطقی ہوتی ہے،"مَنْطِقُهُمُ الصَّوَابُ". (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۳) صاحبان عقل پہلے بات کو تولتے ہیں پھر بولتے ہیں جبکہ احمق افراد پہلے بول دیتے ہیں پھر اس کے بارے میں سوچتے ہیں:

"لِسَانُ الْعَاقِلِ وَرَاءَ قَلْبِه وقَلْبُ الأَحْمَقِ وَرَاءَ لِسَانِه" (نہج البلاغہ، حکمت ۴۰)

"لِسَانَ الْمُؤْمِنِ مِنْ وَرَاءِ قَلْبِه - وإِنَّ قَلْبَ الْمُنَافِقِ مِنْ وَرَاءِ لِسَانِه - لأَنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِكَلَامٍ تَدَبَّرَه فِي نَفْسِه" (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۷۶) مومن کی زبان ہمیشہ اس کے دل کے پیچھے ہوتی ہے اور منافق کا دل ہمیشہ اس کی زبان کے پیچھے ہوتا ہے۔اس لئے کہ مومن جب بات کرنا چاہتا ہے تو پہلے دل میں غور وفکر کرتا ہے۔

"إِنَّ كَلَامَ الْحُكَمَاءِ إِذَا كَانَ صَوَاباً كَانَ دَوَاءً وإِذَا كَانَ خَطَأً كَانَ دَاءً." (نہج البلاغہ، حکمت ۲۶۵) حکماء کا کلام درست ہوتا ہے تو دوا بن جاتا ہے اور غلط ہوتا ہے تو بیماری بن جاتا ہے۔

عقلمندی کی علامت کم بولنا ہے، اور کم بولنا کمال عقل کی بھی علامت ہے:
"إِذَاتَمَّ الْعَقْلُ نَقَصَ الْكَلَامُ." (نہج البلاغہ، حکمت ۷۱) جب عقل مکمل ہوتی ہے تو باتیں کم ہو جاتی ہیں ۔
۸۳ ویں خطبہ میں صاحبان عقل کی صفت یہ بیان کی گئی ہے: کم سونا، دنیا سے لگاؤنہ رکھنا، صحیح بات کرنا، ذکر خدامیں مشغول رہنا، شہوات سے دوری، وغیرہ۔
دوسرے مقام پر باادب اور بااخلاق ہونے کو عاقل اور اہل فکر انسان کی صفت بتایا گیا ہے۔" وَلَا تَكُونَنَّ مِمَّنْ لَا تَنْفَعُهُ الْعِظَةُ إِلَّا إِذَا بَالَغْتَ فِي إِيلَامِهِ - فَإِنَّ الْعَاقِلَ يَتَّعِظُ بِالْآدَابِ - وَالْبَهَائِمَ لَا تَتَّعِظُ إِلَّا بِالضَّرْبِ "(نہج البلاغہ، نامہ ۳۱) اور خبر دار ان لوگوں میں نہ ہو جاؤ جن پر اس وقت تک نصیحت اثر انداز نہیں ہوتی ہے جب تک پوری طرح تکلیف نہ پہنچائی جائے اس لئے کہ انسان عاقل ادب سے نصیحت حاصل کرتا ہے اور جانور مار پیٹ سے سیدھا ہوتا ہے ۔
اور آیہ " إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ "(انفال/۲۲) کے پیش نظر فکر نہ کرنے اور آداب واخلاق کو قبول نہ کرنے کے درمیان تعلق کو بیان کیا گیا ہے۔ در حقیقت باادب نہ ہونا کم عقل اور بے خرد لوگوں کی علامت ہے جو صحیح معنوں میں انسان نہیں ہوتے ہیں۔
ذہنی اور نفسانی امور میں اعتدال بھی عقلمند انسان کی علامت ہے؛ کیونکہ غصہ کی حالت میں انسان کی عقل کام کرنا بند کردیتی ہے اور وہ کچھ بھی کر بیٹھتا ہے یا کہہ جاتا ہے لیکن بعد میں اس پشیمانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ "الْحِدَّةُ ضَرْبٌ مِنَ الْجُنُونِ - لِأَنَّ صَاحِبَهَا يَنْدَمُ - فَإِنْ لَمْ يَنْدَمْ فَجُنُونُهُ مُسْتَحْكِمٌ. "(نہج البلاغہ، حکمت ۲۴۷) غصہ جنون کی ایک قسم ہے کہ غصہ ور کو بعد میں پشیمان ہونا پڑتا ہے اور پشیمان نہ ہو تو واقعاًاس کا جنون مستحکم ہے۔
صاحب عقل محبت و دوستی کی قدر و قیمت کو جانتاہےاور اپنے دوستوں سے محبت و مہربانی سے پیش آتا ہے۔
عقلمند کو پہچاننے کا ایک راستہ دوسروں کے ساتھ اس کا برتاؤاور رویہ ہے۔"التَّوَدُّدُ نِصْفُ الْعَقْلِ. " (نہج البلاغہ، حکمت ۱۴۲) میل محبت پیدا کرنا عقل کا نصف حصہ ہے۔
عقلمند انسان ہنسی مذاق میں بھی حدود کی رعایت کرتا ہے اور ہر قسم کا مذاق نہیں کرتا ہے۔"مَا مَزَحَ امْرُؤٌ مَزْحَةً إِلَّا مَجَّ مِنْ عَقْلِهِ مَجَّةً. "(نہج البلاغہ، حکمت ۴۵۰) انسان جس قدر بھی مزاح (مذاق) کرتا ہے اس قدر اپنی عقل کا ایک حصہ الگ کر دیتا ہے۔

نتیجہ

اسلامی طرز زندگی کی بنیاد کچھ اصولوں پر استوار ہے؛ جن میں سے سب سے اہم صحیح غور وفکر ہے۔ زندگی کی بنیادی سطح میں صحیح و سالم طرز کی تشخیص کے لئے عقلمندی اور غور وفکر اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ اصول زندگی کے صحیح طریقہ کے انتخاب میں بہت مؤثر ہوتا ہے۔ زندگی کی درمیانی سطح یعنی اخلاق، احکام اور انسانی اعمال میں بھی غور و فکر کا اپنا کردار ہے۔ دینی متون میں بھی عقل اور غور وفکر کو تشخیص کا اہم ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

بہر حال غور وفکر اور تعقل و تدبر جس کا نتیجہ بصیرت ہوتی ہے زندگی کے ہر مرحلہ میں راہ گشا ہوتے ہیں۔ طرز زندگی اپنانے کے سلسلہ میں بھی عقل کا خاص کردار ہوتا ہے اس کے علاوہ بہت سے موارد میں دین بھی انتخاب اور فیصلہ میں تبدیلی کی ذمہ داری عقل کے حوالہ کر دیتا ہے۔ لیکن اس عقل سے مراد وہ عقل سلیم ہے جس کے خاص شرائط ہیں۔ بہر حال دینی طرز زندگی اور سیکولر طرز زندگی کے درمیان ایک بنیادی فرق شرع و عقل کی بنیاد پر انتخاب ہے۔ تعقل اور غور وفکر کے سلسلہ میں نہج البلاغہ امام علیؑ کے اقوال کو بار بار ذکر کرتا ہے جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ مولائے متقیانؑ نے زندگی کی ہر سطح میں عقلمندی اور غور وفکر کو کس قدر اہمیت دی ہے۔ اس تحریر میں طرز زندگی کو اختیار کرنے کے سلسلہ میں مولا علیؑ کے اقوال کو بیان کیا گیا ہے۔

حوالے:

الف) کتابیں

قرآن کریم

نہج البلاغہ، سید رضی، بی تا، تصحیح صبحی صالحہ، قم، مؤسسہ دار الہجرہ۔

تمیمی آمدی، عبدالواحد، بی تا، غرر الحکم و درر الکلم، تصحیح مہدی رجائی، قم، دار الکتاب الاسلامی۔

انصاریان، علی، ۱۳۵۷، الدلیل علی موضوعات نہج البلاغہ، تہران، یاسر۔

بحرانی، ابن میثم، ۱۴۱۷ھ، شرح نہج البلاغہ، آستان قدس رضوی۔

بہشتی سعید، ۱۳۸۰، آیین خردپروری، تہران دانش واندیشہ۔

خوئی، میرزا حبیب اللہ، حسن زادہ آملی محمد باقر کمرہ ای، ۱۴۰۰ھ، منہاج البراعہ فی شرح نہج البلاغہ، تہران مکتبہ الاسلامیہ۔

دہخدا، علی اکبر، ۱۳۷۳، لغت نامہ تہران، روزنہ۔

شریعتمداری، علی، ۱۳۸۰، نقد وخلاقیت در تفکر، تہران، مؤسسہ فرہنگی دانش واندیشہ معاصر۔

فعالی، محمد تقی، ۱۳۹۱، سبک زندگی توحیدی، تہران، دار الصادقین۔

کلینی، محمد بن یعقوب، ۱۳۶۹، اصول وفروع کافی، تہران، علمیہ اسلامیہ۔

مشکینی، علی، ۱۳۶۳، الہادی، الی موضوعات نہج البلاغہ، تہران، بنیاد نہج البلاغہ۔

مکارم شیرازی، ناصر، ۱۳۸۵، پیام امام امیر المؤمنینؑ، تہران، دار الکتب الاسلامیہ۔
مہدوی کنی، محمد سعید، ۱۳۸۷، دین و سب زندگی، تہران، دانشگاہ امام صادقؑ
نراقی، احمد، ۱۳۸۷، معراج السعادہ، تہران، خاتم الانبیاء۔
ورام، مسعود بن عیسیٰ، بی تا، تنبیہ الخواطر، و تنزیہ النواظر، (مجموعہ ورام)، قم، مکتبہ الفیضی۔
ب) مقالے و مضامین
-خدیمی، مسعود، ۱۳۹۲، "اندیشہ حاکمیت قانون در پرتو آموزہ ہای سبک زندگی رضوی"، سیاست متعالیہ، ش۶، ص ۱۰۶- ۸۹، قم، انجمن مطالعات سیاسی حوزہ۔
- ظہیری، سید مجید، ۱۳۹۲، روش شناخت سبک زندگی، اسلامی، پژوہش ہای اجتماعی اسلامی، ش ۹۸، ص ۱۴- ۳، داشنگاہ علوم اسلامی رضوی۔
- عنان پور خیر آبادی، مجید، ۱۳۹۱، "بررسی مبانی و شاخصہ ہای سبک زندگی اسلامی در قرآن کریم"، اسلام و علوم اجتماعی، ش ۸، ص ۱۱۲- ۹۳، پژوہشگاہ حوزہ و دانشگاہ۔
- فلاح، محمد جواد، ۱۳۹۲، "جایگاہ اعتدال و میانہ روی در سبک زندگی از دیدگاہ اہلبیتؑ، سیاست متعالیہ، ش۶، ص ۸۸- ۶۹، قم، انجمن مطالعات سیاسی حوزہ۔
-کاویانی، محمد، ۱۳۹۲، "روش شناسی استخراج سبک زندگی از سیرہ اہل بیتؑ" سیاست متعالیہ، ش۶، ص ۴۶- ۳۱، قم، انجمن مطالعات سیاسی حوزہ۔
- محمدی، محسن، ۱۳۹۲، "تحلیل اجتماعی و سیاسی بر آسیب شناسی تحقق سبک زندگی اہل بیتؑ" سیاست متعالیہ، ش۶، ص ۱۰۶- ۸۹، قم، انجمن مطالعات سیاسی حوزہ۔